بسم اللہ الرحمن الرحیم

نظرات

افسوس ہے کہ گذشتہ مہینہ مولانا شاہ محمد حلیم عطا شیخ الحدیث ندوۃ العلما لکھنؤ نے ستر برس کی عمر میں وفات پائی۔ آپ ضلع رائے بریلی کے مشہور قصبہ سلون کے باشندے تھے۔ جہاں کی مشہور خانقاہ میں آپ کے برادر بزرگ سجادہ نشین ہیں۔ گھر کے اچھے کھاتے پیتے تھے۔ لیکن ندوہ میں بہت معمولی طریقہ پر رہتے سہتے تھے۔ مرحوم عوامی شہرت کے عالم نہیں تھے اور نہ اپنے مزاج لاابالی کی وجہ سے ہو سکتے تھے۔ لیکن درحقیقت بہت اونچے درجہ کے فاضل اور نہایت وسیع المطالعہ تھے۔ حدیث ان کا خاص فن تھا۔ صحیح بخاری کے ساتھ عشق رکھتے تھے اور پھر حافظہ اس بلا کا تھا کہ جو کچھ پڑھتے تھے دماغ میں نقش ہوجاتا تھا۔ مولانا سید سلیمان ندوی ؒ انھیں چلتا پھرتا کتب خانہ کہا کرتے تھے۔ ندوہ کے اساتذہ تک اپنے فن کے مشکل مسائل میں ان سے برابر استفادہ کرتے رہتے تھے۔

علمی کمالات کے علاوہ اخلاق و فضائل کے اعتبار سے سلفِ صالحین کا نمونہ تھے۔ ہر شخص سے بڑے تپاک سے ملتے تھے۔ چھوٹوں پر ان کی شفقت عام تھی، اپنے اساتذہ کا ذکر بڑی عقیدت اور محبت سے کرتے اور استاد زادوں سے ان کے خورد ہونے کے باوجود برادرانہ تعلق رکھتے تھے۔ کم و بیش ایک برس سے خون کے دباؤ کے عارضے میں مبتلا تھے۔ جولائی میں بہت شدید دورہ پڑا اور تقریباً ۴۸ گھنٹے بے ہوش رہے۔ ہر چند کہ بہتر سے بہتر علاج کیا گیا۔ لیکن چوں کہ وقت پورا ہوچکا تھا۔ اس لئے کوئی افاقہ نہیں ہوا اور آخر وہ قیدِ حیات سے ہی آزاد ہوگئے۔ اللہ تعالیٰ غریقِ رحمت کرے اور بیش از بیش ان کے مدارج بڑھائے۔ آمین

پچھلے دنوں یہ خبر ہند و پاک کے ادبی حلقوں میں انتہائی حزن و ملال کے ساتھ سنی گئی کہ

اردو زبان کے نامور ادیب و محقق پنڈت برجموہن دتاتریہ کیفی اپنے وطن غازی آباد میں ۹۱ سال کی عمر میں انتقال کر گئے۔ آپ قبل از تقسیم انجمن ترقی اردو حیدر آباد ثم دہلی کے روح رواں اور مولوی عبد الحق کے دستِ راست تھے۔ جتنے بڑے شگفتہ نگار ادیب اور صاحبِ قلم تھے اتنے ہی بلند پایہ زبان و ادب کے محقق و مبصر تھے۔ جو کچھ لکھتے تھے کافی غور و فکر اور مطالعہ کے بعد بڑے رکھ رکھاؤ کے ساتھ لکھتے تھے۔ انجمن ترقی اردو کے سہ ماہی رسالہ اردو میں اور ہفتہ وار اخبار ہماری زبان میں پنڈت جی کے مقالات بڑی دل چسپی کے ساتھ پڑھے جاتے تھے۔ ان کی تصانیف میں "منشورات اور کیفیہ خاص طور پر بہت اہم کتابیں ہیں۔ جن میں زبان و ادب کے مختلف مباحث پر بڑی محققانہ اور بصیرت افروز گفتگو کی گئی ہے اور بعض بڑے اہم نکات بیان کئے گئے ہیں۔

اردو کے ساتھ ان کو محبت نہیں عشق تھا اس کے لیے وہ بڑی سے بڑی قربانی کرنا اپنا فرض جانتے تھے۔ تقسیم کے بعد اس ملک میں اردو کی بے کسی دیکھ دیکھ کر انھیں بڑا ملال ہوتا تھا تاہم اس کے مستقبل کی طرف سے وہ مایوس نہیں تھے اور ان کو یقین تھا کہ جس طرح ہر درخت اپنی زمین میں ہی پھلتا پھولتا اور بڑھتا ہے۔ اسی طرح اردو زبان اس دیس کی زبان ہے وہ یہاں جتنی ترقی کر سکتی ہے۔ کسی دوسرے ملک میں نہیں کر سکتی۔ اتر پردیش میں اردو کو علاقائی زبان بنانے کی تحریک کے سلسلہ میں جو دستخطی مہم ہوئی تھی۔ کیفی صاحب نے اس میں عملاً بڑی سرگرمی سے حصہ لیا پیہم علالت۔ امتدادِ سن اور ضعف کے باوجود وہ اردو کا کام کرنے سے کبھی نہیں تھکتے اور اُکتاتے تھے۔

یوں بھی بحیثیت انسان کے بڑی خوبیوں کے مالک تھے۔ حد درجہ شریف "بامروت وباوضع" خوددار "غیور" اور "مرنج و مرنجان" قسم کے بزرگ تھے۔ جس سے جتنا اور جس قسم کا تعلق ہوتا تھا اسے ہر حالت میں نباہتے اور بعض اوقات اس کے لئے تکلیفیں اُٹھاتے تھے۔ شاعری بھی کرتے تھے۔ لیکن ان کے ادبی کمالات کی فہرست میں شاعری درجۂ دوم کی چیز تھی غزل کی بہ نسبت نظم اچھی لکھتے تھے جس میں رنگینیٔ تخیل اور ندرتِ فکر کم اور زبان کی صفائی، ستھرا پن اور روزمرہ